مطالعہ قرآن حکیم

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ ہود

(آیات ۷۷ — ۸۰)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ امابعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِہِمْ وَضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا وَّ
قَالَ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ○ وَجَآءَہٗ قَوْمُہٗ یُھْرَعُوْنَ اِلَیْہِ ط
وَمِنْ قَبْلُ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ط قَالَ یٰقَوْمِ ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ
ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ط اَلَیْسَ مِنْکُمْ
رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ○ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ ج وَ
اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ○ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ○

"اور جب ہمارے پیغامبر لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ ان کے بارے میں بہت غمگین اور مضطرب ہوا اور اس نے کہا کہ آج کا دن تو بہت ہی کٹھن ہے۔ اور آئے اس کے پاس اس کی قوم کے لوگ بگٹٹ دوڑتے ہوئے، اور بدکاری کے تو وہ پہلے سے خوگر تھے ہی، اس نے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! یہ میری بیٹیاں ہیں، وہ تمہارے لیے کہیں زیادہ پاکیزہ ہیں، پس اللہ کا خوف کھاؤ اور مجھے میرے مہمانوں کے معاملے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک بھی شریف آدمی نہیں رہا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "تجھے خوب معلوم ہے کہ تیری بیٹیوں پر ہمارا کوئی حق نہیں اور تجھے یہ بھی خوب معلوم ہے کہ ہم کس چیز کے طالب ہیں!" لوطؑ نے کہا: "کاش خود میرے پاس تمہارے مقابلے کے لیے قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ ہی حاصل کر سکتا!"

© rasailojaraid.

قرآن حکیم میں مکی سورتوں کا طویل ترین سلسلہ وہ ہے جو سورۃ یونس سے سورۃ مومنون تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی دو سورتوں یعنی سورۃ یونس اور سورۃ ہود میں ایک حسین جوڑے کی نسبت بتمام و کمال موجود ہے۔ چنانچہ "انباء الرسل" یعنی اولوالعزم رسولوں کے حالات کے ضمن میں بھی ان دونوں سورتوں میں عکسی نسبت پائی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں اس ضمن میں جن چھ رسولوں کے حالات اور ان کی قوموں کے انجام کا ذکر بتکرار و اعادہ آیا ہے ان میں سے اوّلین یعنی حضرت نوحؑ کا ذکر سورۃ یونس میں تقریباً نصف رکوع میں ہے، لیکن سورۃ ہود میں پورے دو رکوعوں میں، اور آخری یعنی حضرت موسیٰؑ کا ذکر سورۃ یونس میں تقریباً ڈیڑھ رکوعوں پر پھیلا ہوا ہے تو سورۃ ہود میں درجۂ اجمال سے ہے۔ اسی طرح درمیانی چار رسولوں یعنی حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کا ذکر سورۃ یونس میں بغیر نام لیے نہایت اجمال سے صرف ایک آیت میں ہو گیا ہے جبکہ سورۃ ہود میں ان سب کے لیے ایک ایک رکوع مخصوص ہے۔

جن آیات کا ترجمہ ابھی آپ نے سماعت فرمایا ہے وہ سورۃ ہود کے ساتویں رکوع میں شامل ہیں۔ اس رکوع میں قرآن مجید کی بعض دوسری سورتوں کی طرح حضرت لوطؑ جس قوم کی جانب مبعوث ہوئے تھے اس کے انجام بد کے ذکر کی تمہید کے طور پر حضرت ابراہیمؑ کا ذکر بھی آیا ہے۔ یعنی وہ فرشتے جو اس قوم کی ہلاکت کے حکمِ الٰہی کی تنفیذ کے لیے بھیجے گئے تھے ان کی طرف جانے سے قبل حضرتِ ابراہیمؑ کے پاس حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی خوشخبری پہنچانے آئے تھے اور اسی موقع پر انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو مطلع کر دیا تھا کہ جن بستیوں کی جانب حضرت لوطؑ مبعوث ہوئے ہیں اب ان کی آخری ہلاکت کا وقت آ پہنچا ہے جس پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنی نرم دلی کے باعث ان سے کچھ مجادلہ بھی کیا، جس کا آخری جواب انہیں یہ ملا کہ "یٰاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ۝"

"یعنی اے ابراہیمؑ اب اس معاملے سے قطع نظر کر لو، اس لیے کہ تمہارے رب کا حکم صادر ہو چکا ہے اور اب ان لوگوں پر وہ عذاب آ کر ہی رہے گا جو کسی کے لوٹائے لوٹ نہیں سکتا!"

اس کے بعد وہی فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے۔ اور خود قرآنِ مجید کے فحوائے کلام سے بھی متبادر ہوتا ہے اور تفسیری روایات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ وہ خوبصورت لڑکوں کی صورت میں تھے جن کو دیکھتے ہی وہ امرد پرست لوگ شہوتِ نفسانی سے مغلوب ہو کر بگٹٹ دوڑتے

© rasailojaraid

ہوتے حضرت لوطؑ کے گھر آدھمکے۔ واضح رہے کہ قرآن نے اگرچہ مجازاً ان لوگوں کو "قومِ لوطؑ" کہا ہے لیکن حضرت لوطؑ ہرگز ان میں سے نہ تھے۔ آنجنابؑ تو حضرتِ ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے جو ان کے ساتھ ہی ہجرت کر کے عراق سے بلادِ شام پہنچے تھے اور پھر حضرتِ ابراہیمؑ کے حسبِ ہدایت بحرِ مردار کے ساحل پر واقع سدوم اور عمورہ کی بستیوں میں دعوت الی اللہ اور عقائد و اخلاق کی اصلاح کی سعی فرما رہے تھے۔ اس علاقے کے لوگ شرک کے ساتھ ساتھ بدترین اخلاقی پستی سے دوچار ہو چکے تھے اور ان میں مردوں کا مردوں ہی سے جنسی لذت حاصل کرنے کا صد درجہ غیر فطری اور قبیح عمل نہ صرف یہ کہ عام ہو چکا تھا بلکہ اس میں ان کی ڈھٹائی اور بے حیائی اس درجے کو پہنچ گئی تھی کہ وہ یہ خبیث حرکت برسرِ عام لوگوں کی نگاہوں کے عین سامنے کرتے تھے۔ اور حضرت لوطؑ ان کی اصلاح کی ہر ممکن سعی کے باوجود اپنے مشن میں بالکل ناکام ہو چکے تھے۔ چنانچہ اللہ کے آخری فیصلے کا وقت آ پہنچا اور اس کے ضمن میں اللہ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت ایسی صورت اختیار کی کہ از خود ہی ظاہر ہو جائے کہ یہ قوم اخلاقی دیوالیہ پن کی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور پوری طرح مستحق ہو چکی ہے کہ اسے ہلاک اور نیست و نابود کر دیا جائے۔

حضرت لوطؑ کا ماتھا تو اپنے خوبصورت اور نوعمر مہمانوں کو دیکھتے ہی ٹھنک گیا تھا کہ آج بہت کٹھن مرحلے سے گزرنا ہوگا۔ جب انہوں نے لوگوں کے تیور دیکھے تو آخری اتمامِ حجت کے طور پر دو باتیں فرمائیں۔ ایک یہ کہ یہ میرے مہمان ہیں اور مہمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا ذمہ دار میزبان ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر تمہارے اندر شرافت اور مروت کی کوئی ادنیٰ رمق بھی باقی رہ گئی ہے تو مجھے اس معاملے میں ذلیل و رسوا نہ کرو۔ یہ قدیم زمانے اور بالخصوص اقوامِ عرب کے اعتبار سے سب سے زیادہ مؤثر اپیل ہو سکتی تھی جسے نظر انداز کر کے گویا انہوں نے اپنی شرافت اور مروت کے دیوالہ نکل جانے کا ثبوت فراہم کر دیا۔ دوسرے یہ کہ اگر تم اپنے جذبۂ شہوت کی تسکین چاہتے ہو تو میری بیٹیاں موجود ہیں، ان سے تم اپنے جذبے کی تسکین فطرت کے عین مطابق اور فی نفسہٖ پاکیزہ طریقے پر کر سکتے ہو۔ یہاں "بیٹیوں" کے مفہوم و معنیٰ کے بارے میں سلف ہی سے دو رائیں موجود ہیں اور دونوں ہی کا احتمال یکساں و برابر ہے۔ یعنی ایک یہ کہ حضرت لوطؑ نے خود ان کی بیویوں کو اپنی بیٹیاں قرار دیا ہو۔ اس لیے کہ ہر عمر رسیدہ شخص بالخصوص وہ جو نیک اور پارسا بھی ہو اور دوسروں کو بھی نیکی اور پارسائی کی تلقین کرتا ہو قوم کی تمام عورتوں کے لیے بمنزلہ باپ ہوتا

© rasailojaraid

ہے۔ اور دوسرے یہ کہ حضرتِ لوطؑ نے قوم کے سرداروں کو پیش کش کی ہو کہ میں اپنی بیٹیوں کا نکاح تم سے کیسے دیتا ہوں۔ اور یہ بھی بغرضِ اتمامِ حجت و قطعِ عذر! ـــــ لیکن اس کا جو جواب لوگوں نے دیا اس میں جہاں یہ ڈھٹائی نقطۂ عروج کو پہنچی نظر آتی ہے کہ "اے لوطؑ! خواہ مخواہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں ہمارا وقت ضائع نہ کرو، تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم کس ارادے سے آئے ہیں اور ہمیں فی الواقع کیا مطلوب ہے!" ـــــ وہاں ان کا یہ منافقانہ کردار بھی انتہا کو پہنچا نظر آتا ہے کہ حیوانیت کی اس اسفل ترین سطح تک پہنچے ہوئے ہونے کے باوجود "حق" کا لفظ بھی ان کی زبان پر آتا ہے اور وہ بڑے حق پرستانہ انداز میں کہتے ہیں (اگرچہ فی الواقع اس میں گہرا طنز پنہاں ہے) کہ "اے لوط! تم خوب جانتے ہو کہ تمہاری بیٹیوں پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے!" ـــ چشمِ تصور سے بخوبی دیکھا جاسکتا ہے کہ ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے اُن میں سے بعض کے لبوں پر تبسم بلکہ زہر خند بھی ہوگا!

اس صورتِ حال پر جو کیفیت حضرت لوط علیہ السلام کی ہوئی وہ ان کے ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے: "لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ" یعنی "کاش کہ میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہارا مقابلہ کر سکتا، یا کوئی مضبوط سہارا ایسا ہوتا جس کی پناہ حاصل کر لیتا!" (واضح رہے کہ حضرت لوطؑ کے نہ تو اولادِ نرینہ تھی کہ بیٹوں کے ہاتھ اُن کی مدافعت میں اٹھ سکتے نہ ہی ان کا کوئی کنبہ قبیلہ ہی ایسا تھا جو اس آڑے وقت میں ان کا سہارا بن سکتا۔ (جیسا کہ آگے حضرت شعیبؑ کے ذکر میں آرہا ہے کہ ان کے مخالفین نے کہا تھا کہ "لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ" یعنی اے شعیب اگر ہمیں تمہارے قبیلے والوں کا ڈر نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے یا جیسے کہ خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۰ نبوی تک یعنی ہجرت سے تین سال قبل تک ابوطالب کی وساطت سے اپنے خاندان یعنی بنی ہاشم کی حمایت حاصل رہی ـــــ حضرت لوطؑ کا معاملہ یہ نہ تھا۔ وہ اس بستی میں اجنبی تھے اور جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں صراحتہً مذکور ہے ان کا کوئی کنبہ قبیلہ وہاں موجود نہ تھا)

گویا ظاہری اور مادی اعتبار سے وہ اس وقت بالکل بے سہارا اور بے یار و مددگار تھے۔ چنانچہ انتہائی کس مپرسی اور بے چارگی کے عالم میں یہ الفاظ ان کی زبان پر آگئے۔ حالانکہ فی الحقیقت تو تمام ظاہری سہاروں سے بڑھ کر مضبوط سہارا ہر بندۂ مومن کو ہر جگہ اور ہر وقت حاصل ہوتا ہے، یعنی اللہ کی مدد و نصرت کا سہارا! چنانچہ یہی ہے وہ بات جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد درجہ خوبصورت

© rasailojaraid.c

الفاظ میں ادا فرمائی ــــ یعنی: "رَحِمَ اللہُ لوطًا فَاِنَّہٗ کَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ــ" اللہ لوطؑ پر رحم فرمائے، مضبوط ترین سہارا تو انہیں حاصل ہی تھا!" اس سے معلوم ہوا کہ بربنائے طبع بشری اسبابِ ظاہر سے کسی وقت کسی درجے میں فوری اور عارضی طور پر متاثر ہو جانا شانِ نبوت و رسالت سے بعید نہیں ہے جیسے کہ حضرت موسیٰؑ کو طور پر عصا کے اژدہا بن جانے سے وقتی طور پر خوفزدہ ہو گئے تھے اور جادوگروں سے مقابلے میں ان کی رسیوں اور چھڑیوں کے سانپ کا روپ دھار لینے سے فوری طور پر متاثر ہو گئے تھے۔ بالکل یہی معاملہ اس موقع پر حضرتِ لوطؑ کے ساتھ پیش آیا۔ حالات اتنے ناسازگار اور صورتِ حال اتنی شدید تھی، گویا ع "مرحلہ سخت ہے اور جان عزیز!" والی کیفیت سے اس شدت سے سابقہ پیش آیا تھا کہ شدتِ تاثر میں یہ الفاظ آنجنابؑ کی زبان پر آ گئے ــــــ اور اغلباً یہ بھی مشیتِ خداوندی کے تحت ہوا تا کہ ایک صالح و مصلح اور ناصح مشفق شخص کو اس درجہ زِچ کر دینے والی قوم کے بارے میں یہ بات از خود ثابت ہو جائے کہ وہ اب کسی رعایت کی مستحق نہیں رہی اور عذابِ استیصال کی پوری حق دار بن چکی ہے بقول شاعر ؎

تا دلِ صاحب دلے نامد بہ درد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد!

اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجامِ بد سے بچائے، اور خیر و صلاح کی جانب رغبت اور مصلحین و ناصحین کی باتوں کو توجہ سے سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بقیہ: **حرفِ اوّل**

ہو تا رہا۔ ابتداء میں جو ذوق و شوق اور جوش و خروش دیکھنے میں آتا ہے وہ بعد میں برقرار نہیں رہتا اور دو ایک ہفتے بعد ہی کلاس کے شرکاء کی تعداد آدھی رہ جاتی ہے اور سارا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ لیکن اس بار اللہ کے فضل و کرم سے کچھ مختلف صورت سامنے آئی ہے۔ قریباً دو ماہ قبل قرآن کالج میں شام کے اوقات میں شروع کی جانے والی کلاس ہر اعتبار سے بہت کامیاب نظر آتی ہے۔ شرکاء کی تعداد اور ان کے ذوق و شوق دونوں میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اس میں پڑھنے والوں کے شوق طلب کے ساتھ ساتھ پڑھانے والے کی محنت کو بھی دخل ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ اللہ کی تائید و توفیق کا مظہر ہے کہ اس کلاس کا معاملہ تا حال تسلی بخش ہی نہیں حوصلہ افزا بھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ ○○

© rasailojaraid.